کتب سماوی پر ایک نظر

از جناب ذوقی شاہ صاحب

(۳)

توریت اور دیگر کتب عہد عتیق کی ہیئت مجموعی پر مضامین ما قبل میں کافی حد تک اجمالی نظر ڈالی جا چکی ہے اعدا کے ہاتھوں سات مرتبہ اُن کی پوری بربادی اور احباب کے ہاتھوں اُن میں تحریفات و تغیرات و تبدلات کے قصے آپ سن چکے ہیں۔ اب ان کتابوں پر فرداً فرداً تفصیلی نظر ڈالنا باقی ہے مگر اس کے لئے ضخیم مجلدات کی ضرورت ہے۔ اس لیے سردست یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مشتے نمونہ از خروارے صرف چند کتابوں کے مضامین پر کسی قدر تفصیلی نگاہ ڈالکر یہ تبلایا دیا جائے کہ ان کتابوں کی اندرونی شہادت ہمیں کس نتیجہ کے نکالنے پر مجبور کرتی ہے۔

توریت جن کا یہ دعویٰ ہے کہ موجودہ مروجہ توریت موسیٰ علیہ السلام کی الہامی تصنیف ہے اُن کے دعوی کی تائید اس توریت سے نہیں ہوتی کیونکہ ان کتابوں میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف کوئی متکلم کی ضمیر نہیں پائی جاتی بلکہ غائب کی ضمیر استعمال کی گئی ہے۔ مثلاً خروج باب ۳ میں درج ہے کہ:- "۱۔ اور موسیٰ اپنے سسر یترو کے جو مدین کا کاہن تھا گلّے کی نگہبانی کرتا تھا۔" "۳۔ تب موسیٰ نے کہا کہ میں اب نزدیک جاؤں اور اس بڑے منظر کو دیکھوں کہ یہ بوٹا کیوں نہیں جل جاتا۔" "۱۱۔ موسیٰ نے خدا کو کہا میں کون ہوں جو فرعون کے پاس جاؤں۔" "۱۴۔ خدا نے موسیٰ کو کہا کہ میں وہ ہوں جو میں ہوں۔" "۱۵۔ پھر خدا نے موسیٰ کو کہا کہ تو بنی اسرائیل سے یوں کہیو کہ ...."۔ اس قسم کی مثالیں توریت میں بکثرت موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان عبارات کا لکھنے والا موسیٰ علیہ السلام

غیر کوئی اور شخص ہے ۔ یہاں کسی کو یہ مغالطہ نہ ہو کہ تصنیف و تالیف میں اس زمانہ کا انداز بیان ہی تھا کیونکہ یہ خیال غلط ہے ۔ بائبل خود شہادت دیتی ہے کہ اُس زمانہ میں بھی مصنف اپنی تصنیف میں اپنے لئے غائب کی ضمیر استعمال نہ کرتا تھا بلکہ متکلم کی ضمیر استعمال کرتا تھا ۔ چنانچہ دیکھو واعظ کی کتاب باب ا آیہ ۱۲ و ۱۳ : ۔ " میں واعظ یروشلم میں بنی اسرائیل کا بادشاہ تھا ۔ اور میں نے اپنا دل لگایا کہ جو کچھ آسمان کے نیچے کیا جاتا ہے اُس سب کی تفتیش و تحقیق کروں " ۔ آیہ ۱۶ میں ہے کہ " میں نے یہ بات اپنے دل میں کہی " اسی طرح زبور ، امثال سلیمان اور کتاب نحمیاہ اور یرمیاہ اور حزقی ایل اور ہزاروں دیگر مقامات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کتابوں میں اس زمانہ کا انداز بیان صاف بتاتا تھا کہ مصنف اپنا حال بیان کر رہا ہے یا کسی غیر کا مگر توریت میں موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہر جگہ غائب ہی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اور عبارت کی کسی بات سے ثابت نہیں ہوتا کہ موسیٰ علیہ السلام موجودہ مروجہ توریت کے مصنف ہوں ۔

علاوہ ازیں ان کتابوں میں بعض ایسے واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں جن کا وقوع مسلمہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا ۔ اس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتابیں حضرت موسیٰ کی تصنیف سے نہیں ۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں :-

کتاب پیدائش باب ۱۳ آیہ ۱۸ میں لکھا ہے کہ :- " اور ابرہام نے اپنا ڈیرہ اٹھایا اور ممرے کے بلوطوں میں جو حبرون (Hebron) میں ہے جا رہا " اسی کتاب کے باب ۳۵ آیہ ۲۷ اور باب ۳۷ آیہ ۱۴ میں بھی حبرون کا نام آیا ہے جو ایک گاؤں کا نام ہے مگر یہ نام اس گاؤں کا اس وقت رکھا گیا جبکہ بنی اسرائیل نے فلسطین کو فتح کیا ۔ اس سے قبل اس کا نام قریہ اربع تھا (دیکھو کتاب یوشع باب ۱۴ آیہ ۱۵) ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ " توریت " فتح فلسطین کے بعد لکھی گئی اور فتح فلسطین موسیٰ علیہ السلام کے بعد واقع ہوئی ۔

پیدائش باب ۳۵ آیہ ۲۱ میں ہے کہ :- " پھر بنی اسرائیل نے کوچ کیا اور اپنا خیمہ مجدال

عدر کے اوس طرف استادہ کیا۔ عدر (Edar) اُس مینارہ کا نام ہے جو یروسلم کے دروازہ پہ تھا اور یروسلم کی تعمیر موسیٰ علیہ السلام کے سیکڑوں برس بعد وجود میں آئی۔ تو گویا اس "توریت" کا لکھنے والا وہ شخص تھا جو موسیٰ علیہ السلام سے سیکڑوں برس بعد پیدا ہوا۔

پیدائش باب ۳۶ آیہ ۳۱ میں ہے کہ: "اور بادشاہ جو ملک ادوم پر مسلط ہوئے پیشتر اس سے کہ بنی اسرائیل کا کوئی بادشاہ ہووے یہ ہیں" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب پیدائش بنی اسرائیل میں چند بادشاہ ہو چکنے کے بعد لکھی گئی۔ اور اول صموائیل باب ۹ و نیز بائبل کے چند دیگر مقامات کے مطالعہ سے واضح ہو جائے گا کہ یہ بات نبی علیہ السلام کے زمانہ سے بعد کی ہے۔

خروج باب ۱۶ آیہ ۳۵ و ۳۶ میں ہے کہ: "اور بنی اسرائیل چالیس برس تک جب تک کہ وے بستی میں آئے من کھاتے رہے جب تک کہ وے زمین کنعان کی نواحی میں آئے من کھاتے رہے۔ اور ایک اومر ایفہ کا دسواں حصہ ہے"۔ اس سے ظاہر ہے کہ کتاب خروج اس وقت لکھی گئی جبکہ بنی اسرائیل کنعان میں پہنچ چکے تھے اور من کا کھانا موقوف ہو چکا تھا اور ایفہ کا وزن رائج ہو چکا تھا اور مطابق کتاب یشوع باب ۵ آیۃ ۱۱ و ۱۲ کے یہ باتیں موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں واقع نہیں ہوئیں۔

گنتی باب ۲۱ آیہ ۳ میں ہے کہ: "خداوند نے اسرائیل کی آواز سنی اور کنعانیوں کو گرفتار کر دیا اور انہوں نے انہیں اور ان کی بستیوں کو حرم کر دیا اور اس نے اس مقام کا نام حرمہ رکھا"۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب اس وقت تصنیف ہوئی جب کنعانی قتل ہو چکے تھے اور ان بستیوں کا نام حرمہ ہو لیا تھا اور قاضیون کے باب اول آیہ ۱۷ کی رو سے یہ واقعات موسیٰ علیہ السلام سے بہت بعد کے ہیں۔

گنتی باب ۲۱ آیہ ۱۴ میں ہے کہ: "اس سبب خداوند کے جنگنامہ میں لکھا ہے کہ خداوند آندھی میں وہیب پر قابض ہوا اور ارنون کی نہروں پر"۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کتاب کے

مصنف موسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ اس کا لکھنے والا کوئی اور شخص ہے جس نے بعض حالات کو دو جنگنامہ خداوند
سے نقل کیا اور یہ کتاب بقول طامس اسکاٹ مفسر کے کسی اسرائیلی یا بُت پرست نے خداوند کے نام سے
تصنیف کی، اور فتحین صیحون کے حالات کو اُس میں درج کیا۔ ان فتحین کا وقوع موسیٰ علیہ السلام سے بعد ہوا
اور یہ جنگ نامہ بھی حضرت موسیٰ کے بعد کی تصنیف ہے۔ اول تو یہی بات تعجب کی ہے کہ ایک بُت پرست
نے خداوند کے نام سے اس جنگنامہ کو تصنیف کیا۔ اور دوسری اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ
اس جنگ نامہ سے مضامین علانیہ طور پر "توریت" میں نقل کئے جاتے ہیں اور اس توریت کو موسیٰ علیہ السلام
کی الہامی تصنیف قرار دیا جاتا ہے۔

گنتی باب ۳۲ آیہ ۴۱ میں ہے کہ: "اور منسی کا بیٹا یائیر نکلا اور اُس نے اُس نواحی کی بستیوں
کو لے لیا اور اُن کا نام یائیر بستی رکھا" ونیز استثنار باب ۳ آیہ (۱۴) میں ہے کہ:- "منسی کے بیٹے یائیر نے
ارجوب کی ساری مملکت کو جسوریوں اور معکاتیوں کی نواحی تک لیلیا اور اس نے اپنے نام پر ان کا نام یائیر کی بستیاں
رکھا اور وہی نام آج تک ہے"۔ اول تو یائیر کا منسی کا بیٹا ہونا ہی غلط ہے۔ کیونکہ یائیر منسی کا نہیں بلکہ
شجوب کا بیٹا ہے (دیکھو اول تواریخ باب ۲ آیہ ۲۲) شجوب اولاد یہوداہ میں سے تھا اور منسی اولاد یوسف
ہے۔ دوم یہ واقعہ یعنی یائیر کا ان بستیوں کو لے لینا موسیٰ علیہ السلام سے بہت مدت بعد کا واقعہ ہے۔
علاوہ ازیں یہ فقرہ کہ "وہی نام آج تک ہے" دلالت کرتا ہے کہ "توریت" کا یہ مصنف یائیر کے بھی بہت
بعد ہوا۔ ہینری اسکاٹ صاحب اپنی تفسیر میں اس جملۂ آخری کا الحاقی ہونا تسلیم کرتے ہیں۔

کتاب استثنار اگر موسیٰ علیہ السلام ہی کی تصنیف ہے جسے آپنے اپنی دنیا کی اسی زندگی میں تصنیف
فرمایا تو اس کتاب کا باب ۳۴ بھی عجیب وغریب باب ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کے انتقال اور آپ کی
قبر اور آپ کے دفن ہونے اور آپ کی عمر کے ایکسو بیس (۱۲۰) برس ہونے اور آپ کے انتقال کے بعد
آپ کے غم میں بنی اسرائیل کے تین ۳ دن تک روتے رہنے کا حال درج ہے۔ اور اس باب کی آیہ ۱۰

میں یہ بھی لکھا ہے کہ :۔ "اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کے مانند کوئی نبی نہیں اٹھا جس سے خداوند آمنے سامنے آشنائی کرتا"۔ اس آیۃ میں لفظ "اب تک" جو واقع ہوا ہے اس سے اب کونسا زمانہ سمجھا جائے۔ اس باب نے عیسائی مفسرین کو بھی چکر میں ڈالدیا۔ چنانچہ تفسیر ہنری اسکاٹ میں ہے کہ :۔ "کلام موسیٰ باب گذشتہ پر ختم ہوا اور یہ باب (یعنی باب ۳۴) کسی کا ملایا ہوا ہے وہ شخص یشوع ہو یا سموئیل یا عزرا یا اُن کے بعد کوئی پیغمبر ٹھیک دریافت نہیں ہوتا۔ اس باب کی پچھلی آیات شائد بابل کی رہائی کے بعد عزرا کے عہد میں لکھی گئی ہوں گی"۔ جارج ڈوالی اور رچرڈ منٹ اور پادری یونس سنگھ اور پادری والش بھی اس موقع پر تقریباً اسی قسم کے الفاظ لکھتے ہیں۔ پادری فانڈر صاحب "اختتام دینی مباحثہ" کے صفحہ ۲۶ پر لکھتے ہیں کہ :۔ "موسیٰ کی پانچویں کتاب کی آخری فصل (یعنی استثنا کا باب ۳۴) جس میں موسیٰ کے وفات کی خبر ہے کسی اور نبی سے اس کتاب میں الحاق ہوئی ہے"۔ سبحان اللہ! کیا حسن ظن ہے الحاق کرنے والے کے نام کا تو ابھی تک صحیح پتہ چلا نہیں صرف اٹکلیں ہی دوڑائی جا رہی ہیں۔ مگر اس کے نبی ہونے کا یقین ہو گیا۔

یہ جو بعض اہل کتاب کا خیال ہے کہ عزرا نے گمشدہ توریت کو دوبارہ لکھدیا اور اپنے اس خیال کی تائید میں کتاب عزرا کے باب (۹) اور (۱۰) اور کتاب نحمیاہ کے باب (۸) کو پیش کرتے ہیں یہ خیال اُن کا درست نہیں۔ کیونکہ ان ابواب سے بس اسی قدر پایا جاتا ہے کہ عزرا نے بنی اسرائیل کی حرکتوں پر افسوس کیا اور عید وغیرہ سے متعلق اور طہارت وعبادت کی بابت جو احکام شریعت موسوی میں آئے تھے اور جنہیں بنی اسرائیل اسیری بابل کے زمانہ میں بھول چکے تھے اُن میں سے جو کچھ عزرا کو معلوم تھا وہ انہوں نے بنی اسرائیل کو سکھا دیا کیونکہ کتاب عزرا باب ۷۔ آیہ ۶ کے مطابق عزرا موسیٰ کی شریعت میں فقیہ کامل تھا کسی اور مقام اور کسی اور بات سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ موجودہ توریت عزرا یا کسی اور نبی کی لکھی ہوئی ہو۔ مضمون نمبر ا میں صراحت کر دی گئی ہے کہ مروجہ توریت ان پانچ کتابوں پر مشتمل ہے (۱) پیدائش۔ (۲) خروج۔ (۳) احبار۔ (۴) گنتی۔ (۵) استثناء۔ انہیں اہل کتاب خمس موسیٰ کے نام سے نامزد

کرتے ہیں۔ مگر حقیقتاً یہ کتابیں کسی ایک شخص کی لکھی ہوئی نہیں بلکہ اُن کا ماخذ مختلف تحریرات ہیں اور اُن میں اگر غور کیا جائے تو باہمی تخالف اور تباین صاف نظر آتا ہے۔ مثلاً کتاب پیدائش باب ۲۲ آیہ ۱۴ میں ہے کہ ابراہیم نے اس مقام کا نام جہاں اپنے بیٹے اسحٰق کی قربانی کرنا چاہی تھی "یہوواہ یری" رکھا لیکن خروج باب ۶ آیہ ۳ میں خدا فرماتا ہے کہ ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب مجھے "خدائے قادر مطلق" کے نام سے جانتے تھے اور "یہوواہ" کے نام سے واقف نہ تھے۔ استثنا باب ۵ آیہ ۲۲ میں ہے کہ خداوند نے دو لوحوں پر احکام لکھے اور اس سے زائد نہ فرمایا لیکن خروج باب ۲۰ آیہ ۷ سے پتہ چلتا ہے کہ اور بھی احکام بڑھائے گئے۔ پیدائش باب ۶ آیہ ۶ میں ہے کہ خدا انسان کو پیدا کرکے پچھتایا۔ مگر گنتی باب ۲۳ آیہ ۱۹ میں ہے کہ خدا آدم زاد نہیں جو پچھتاوے۔ استثنا باب ۵ آیہ ۹ میں خداوند کا یہ قول درج کیا گیا ہے کہ میں باپ دادوں کی بدکاری کا بدلہ ان کی اولاد سے تیسری اور چوتھی پشت تک لیتا ہوں۔ مگر اسی کتاب کے باب ۲۴ آیہ ۱۶ میں ہے کہ اولاد کے بدلے باپ دادے نہ مارے جائیں نہ باپ دادوں کے بدلے اولاد قتل کی جاوے۔ پیدائش باب اول کی رو سے پہلے جانور پیدا ہوئے اور بعد میں انسان۔ مگر اسی کتاب کے دوسرے باب کی رو سے پہلے انسان کی پیدائش ہے پھر حیوان کی۔ اس قسم کے اختلافات "خمسۂ موسیٰ" میں بکثرت پائے جاتے ہیں اور اس بنا پر زمانہ حال کے محققین یورپ بھی ان کتابوں کے مختلف ماخذ ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔

کتاب عزرا گو بعض علمائے عیسائی موجودہ توریت کو عزرا کی جمع کردہ کتاب تصور کرتے ہیں مگر تماشہ کی بات تو یہ ہے کہ خود عزرا کی کتاب جو بائیبل میں شامل ہے عزرا کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ مفتاح الکتاب (لندن ٹریکٹ سوسائیٹی) کے صفحات ۱۳۲ و ۱۳۳ کی رو سے پہلی اور دوسری تواریخ اور عزرا اور نحمیاہ اور آستیر اور ملاکی قیاساً شمعون الصادق کی لکھی ہوئی ہیں اور ان چھ کتابوں کی تصنیف کا وقت دو سو بانوے (۲۹۲) برس قبل مسیح بیان کیا جاتا ہے یعنی عزرا سے قریب ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال بعد "کتاب عزرا" کو شمعون نے لکھا۔ اس کتاب پر تنقیدی نظر ڈالنے سے بھی پورا یقین ہو جاتا ہے کہ یہ حضرت عزرا کی تصنیف کسی

صورت سے نہیں ہو سکتی بلکہ ان کے حالات میں شمعون نے چند سُنی سنائی باتیں لکھدیں۔ یہی حال ملاکی نحمیاہ اور استر کی کتابوں کا بھی ہے۔

کتاب یشوع کچھ پتہ نہیں چلتا کہ حضرت یشوع کی کتاب کس کی تصنیف ہے۔ ڈاکٹر لائٹ فٹ کے نزدیک فنحاس کی اور کالون کے نزدیک العاذر کی اور ہنری کے نزدیک یرمیاہ کی اور وانٹل کے نزدیک سموئیل کی یہ تصنیف ہے۔ پادری یوس سنگھ اور پادری والش اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳ پر گمان کرتے ہیں کہ پچھلی پانچ آیتوں کے سوا باقی کل کتاب یوشع نے لکھی۔ لیکن یہ صرف گمان ہے یقین نہیں مضامین کتاب پر تنقیدی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف یا تو مصنف کتاب یسیر کا ہمعصر ہے یا داؤد علیہ السلام کے زمانے کے بعد یعنی حضرت یشوع کے سینکڑوں برس بعد پیدا ہوا۔

قاضیون کی کتاب اس کتاب کے مصنف کا بھی صحیح حال معلوم نہیں بعض لوگ سموئیل کو قاضیون کی کتاب اور روت کی کتاب کا مصنف خیال کرتے ہیں مگر یہ محض اٹکل ہے نہ کہ امر یقینی۔

کتاب ایوب اس کتاب کے متعلق عیسائی علما نے جو کچھ تحریر کیا ہے اسے دیکھکر اس نتیجہ پر آنا پڑتا ہے کہ یہ لوگ نہ صرف اس کتاب بلکہ ایوب علیہ السلام کے صحیح حالات تک سے باخبر نہیں بعض الیہو کو بعض موسیٰ کو اور بعض ایوبؑ کو اس کا مصنف خیال کرتے ہیں۔ مگر اسی کتاب کے باب ۳۲ آیہ ۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ الیہو حضرت ایوبؑ سے تقریر کرنے والوں میں تھا نہ کہ مصنف کتاب۔ موسیٰ علیہ السلام بھی اس کتاب کے مصنف نہیں ہو سکتے کیونکہ عیسائی مصنفین ہی کی تحقیقات کی رو سے ایوب علیہ السلام کا زمانہ موسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے گذرا۔ مفتاح الکتاب کے صفحہ ۹۱ پر لکھا ہے کہ اکثر مفسرین نے ایوب علیہ السلام کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام سے قبل ٹھیرایا ہے اور لکھا ہے کہ ایوب اس زمانہ کا نور تھا جو نوح اور ابراہیم کے درمیان گذرا۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۵ پر یہ بھی درج ہے کہ کتاب ایوب (۲۱۸۰) یا (۲۱۳۰) برس قبل مسیح تصنیف ہوئی۔ ایسی صورت میں موسیٰ علیہ السلام اس کتاب کے مصنف نہیں ہو سکتے۔ ٹامس اسکاٹ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں

کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایوب علیہ السلام کی اس کتاب کو عربی زبان سے عبرانی زبان میں ترجمہ کیا لیکن اس کا کوئی معقول ثبوت پیش نہیں کرتے۔ اگر بفرض محال اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی یہی کہنا پڑیگا کہ اصل عربی نسخہ مفقود ہے اور صرف ترجمہ موجود ہے جس کی صحت کی بابت کچھ نہیں کہا جا سکتا بلکہ جسمیں غلطیوں کا احتمال قوی ہے۔ کتاب کے مضامین پر اگر غور کیا جائے تو حضرت ایوب کی تصنیف بھی اسے نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اس میں ایوب علیہ السلام کا نام ہر جگہ بصیغۂ غائب آیا ہے۔ تامس اسکاٹ کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں میں ایوب علیہ السلام کے متعلق بھی اختلاف ہے بعض انھیں نسل بساؤ سے تبلاتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی نسل اور اُن کی تیسری بی بی قطورہ سے ہیں۔ اور بعض کا قول ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ناحور کی اولاد سے ہیں غرضکہ نہ صرف کتاب ایوب بلکہ ایوب علیہ السلام کا حال بھی اہل کتاب کو تحقیقی طور پر معلوم نہیں۔ علاوہ اس کے اگر ان اقوال میں سے ایک بھی قول صحیح نکلا تو لازم آئیگا کہ حضرت ایوب بنی اسرائیل میں سے نہ تھے اور ثابت ہو جائیگا کہ نبوت خاندان بنی اسرائیل ہی میں محدود نہیں۔

زبور مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق زبور وہ صحیفۂ سماوی ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے داؤد علیہ السلام پر نازل ہوا لیکن جو زبور کہ موجودہ مجموعہ کتب عہد عتیق میں شامل ہے وہ ایک مرتبان ہے چوں چوں کے مُربّے کا جس میں متعدد و مختلف مصنفین کی قابلیت کی چاشنیاں مجتمع ہیں۔ تمہیدی باب کسی عیسائی کا لکھا ہوا ہے۔ اور بقول پادری جوسف اووین کے ایک زبور کے مصنف موسیٰ علیہ السلام ہیں، جو کہ داؤد علیہ السلام سے قریب پانچ سو برس پہلے مبعوث ہوئے تھے، بہتر (۷۲) زبوروں کے مصنف داؤد علیہ السلام، دو زبوروں کے مصنف سلیمن علیہ السلام، بارہ زبوروں کے مصنف آصف ایک زبور کے مصنف ایتان، گیارہ زبوروں کے مصنف بنی قرح۔ اور اکیاون (۵۱) زبوروں کے مصنف نامعلوم ہیں۔ یہ سب ملکر ایک سو پچاس (۱۵۰) زبوریں ہوئیں جو کہ موجودہ مجموعہ میں درج ہیں۔

بلحاظ مصنفین کے ان زبوروں کی ترتیب بھی بے تکی اور بے اصول واقع ہوئی ہے۔

سموئیل سموئیل کی دونوں کتابوں کے مصنف کا حال بھی معلوم نہیں۔ مفتاح الکتاب کے صفحہ ۹۲ پر ہے کہ ان دونوں کتابوں کا نام سموئیل اس لئے رکھا گیا کہ اُس مشہور نبی نے پہلی کتاب کے اکثر باب تصنیف کئے۔ چنانچہ ربیوں کی روایت سے معلوم ہوا کہ پہلی کتاب کے چوبیس باب جن میں سموئیل کی پیدائش اور اعمال و احوال کا بیان ہے خود اُسی نبی کے لکھے ہوئے ہیں اور اس کتاب کے باقی باب اور دوسری کتاب بالکل جاد اور ناتن نبیوں نے لکھی۔ چنانچہ اول سموئیل باب ۲۵ آیہ ۱ میں حضرت سموئیل کی وفات کا ذکر ہے۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ اول کتاب سموئیل از باب ۲۵ تا آخر کتاب اور پوری کتاب دوم سموئیل کو حضرت سموئیل نے اپنی وفات کے بعد تصنیف کیا۔ ان دونوں کتابوں پر تنقیدی نظر ڈالنے سے بکثرت ایسے مقامات ان میں ملتے ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کتابوں کے مصنف نہ حضرت سموئیل ہیں نہ حضرت جاد نہ حضرت ناتن۔

سلاطین سلاطین کی دونوں کتابوں کے متعلق بھی اسی قسم کی بحث ہے۔ عیسائی مفسرین میں ان کے مصنفوں کے متعلق اختلاف ہے اور کتابوں کے مضامین ان مفسرین کے کسی بیان کی تائید نہیں کرتے

واعظ کتاب واعظ عام طور پر سلیمان علیہ السلام کی تصنیف سمجھی جاتی ہے۔ مگر یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم ربی قمچی اسے یسعیاہ کی تصنیف کہتا ہے بعض علماء اسے تصنیف حزقیاہ قرار دیتے ہیں علماء جرمنی کا خیال ہے کہ قید بابل کے بعد یہ تصنیف وجود میں آئی یعنی سلیمان علیہ السلام سے قریب چار سو برس بعد۔

امثال سلیمان اس کتاب کے باب ۲۵ آیہ ۱ میں ہے کہ "یہ بھی سلیمانؑ کے امثال ہیں جنہیں شاہ یہوداہ حزقیاہ کے رفیقوں نے قلمبند کیا" یعنی سلیمان علیہ السلام کے تین سو برس بعد۔ اور آیت مندرجہ بالا بھی حزقیاہ کے رفیقوں کے بعد کی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اُس میں ان کا ذکر بصیغہ غائب آیا ہے۔ اسی کو الحاق

کہتے ہیں۔ امثال کے آخری دو باب آجور اور لموئیل کے تصنیف کئے ہوئے ہیں اور ان دونوں اشخاص کا حال اہل کتاب کو بھی صحیح طور پر معلوم نہیں صرف اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ ہولڈن کا خیال ہے کہ لموئیل سلیمان علیہ السلام کا نام ہے۔ ہینری واسکاٹ اپنی تفسیر میں اس خیال کی تردید کرتے ہیں۔

سلاطین اول باب ۴ آیہ ۳۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمن علیہ السلام نے تین ہزار امثال بیان کیں۔ لیکن یہ امثال سب کی سب موجودہ کتاب امثال میں درج نہیں۔ اس سے پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ صرف یہی نہیں کہ کتاب امثال میں چند ابواب بعد میں بڑھادئے گئے بلکہ اصل کتاب سے بہت کچھ ضائع بھی ہوچکا ہے یعنی دونوں طرح کی آفتیں اس کتاب پر نازل ہوئیں۔ بڑھانے کی بھی اور گھٹانے کی بھی۔

اس سلسلہ میں ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔ کتاب واعظ اور کتاب امثال سلیمان علیہ السلام کے بڑھاپے کے زمانے کی تصنیف بیان کی جاتی ہیں۔ اور بڑھاپے میں جو اُن کی کیفیت تھی وہ کتاب سلاطین اول باب ۱۱ میں بالتفصیل درج ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

"سلیمن بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں کو چاہتا تھا اور یہ عورتیں ان بُت پرست اقوام کی تھیں جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ نہ تم ان کے پاس جاؤ نہ وہ تمہارے پاس آویں ورنہ وہ یقیناً تمہارے دلوں کو اپنے باطل معبودوں یعنی بتوں کی طرف مائل کردیگی مگر سلیمان انہیں سے عاشق ہو کر لپٹا۔ اس کی سات سو بیگمات اور تین سو خواص تھیں جنہوں نے بڑھاپے میں اُس کے دل کو خدا کی طرف سے برگشتہ کر کے بتوں کی طرف مائل کر دیا۔ اس نے بیت المقدس کے مقابلے میں بت خانہ بنوایا اور بتوں کو پوجنے لگا۔ اس لئے خداوند سلیمان پر غضبناک ہوا۔"

اب اگر اس تمام کذب بیانی اور بیہودہ گوئی کو مان لیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایک بت پرست جس پر خدا غضبناک ہوا الہام یافتہ ہو سکتا ہے؟ اور کیا اُس پر الہامی کتابیں اللہ کی طرف سے نازل ہو سکتی ہیں؟ اگر یہ کتابیں یا ان میں سے ایک بھی الہامی نہیں تو ۲ تمطاؤس باب ۳ کی آیۃ ۱۶

غلط ٹھیر گئی جس میں اطمینان دلایا گیا ہے کہ عہد عتیق کی ہر کتاب الہام سے ہے اور لوگوں کی تعلیم و تربیت و اصلاح کے لئے آئی ہے۔

غزل الغزلات | اب کتاب غزل الغزلات کا بھی حال سن لیجئے۔ ٹامس اسکاٹ اپنی تفسیر میں اس کتاب کے متعلق پہلے یہ لکھتے ہیں کہ :-

"تحقیق طور پر معلوم ہوا کہ اس کتاب کے مصنف سلیمان ہیں جیسے امثال اور واعظ کے اور ہمیشہ اسے ایسا سمجھنا چاہیے جیسے پاک کتاب پس جس طرح اور الہامی کتابوں کو پڑھتے ہیں اسی طرح یعنی عقیدت و ادب سے اس کو بھی پڑھنا چاہئے کیونکہ یہ کتاب بھی مثل اور کلام الٰہی کے ہے"

پھر یہی مفسر پہلی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :-

سلیمن نے بہت سی غزلیں کہیں ان میں بیشک سب بہت دانشمندی کی تھیں لیکن صرف یہی مقدس غزلیں بچ رہیں اور کتب مقدسہ میں شامل کی گئیں"

مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ :- "حضرت سلیمن نے جب کہ فرعون کی بیٹی سے اُن کی شادی ٹھیری یہ پاک غزلیں تصنیف کیں"۔

سلاطین اول باب ۴ آیہ ۳۲ کی رو سے سلیمن علیہ السلام نے ایکہزار پانچ (۱۰۰۵) گیت کہے تھے مگر اب ان میں سے صرف اسی قدر باقی ہیں جو کتاب غزل الغزلات میں شامل ہیں۔ اور اس پوری کتاب میں آجکل صرف آٹھ ہی مختصر ابواب پائے جاتے ہیں جن میں کل ایکسو سترہ (۱۱۷) آیات ہیں۔ اہل کتاب کا اتفاق ہے کہ بقیہ گیت ضایع ہوگئے۔ اس سے عہد عتیق کی کتب مقدسہ کی بربادی کے قصوں کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔

ہم نے اپنے مضمون کے نمبر ۱ میں ان کتابوں کی بربادی کے واقعات رحبعام شاہ یہود کے عہد (۹۷۱ء قبل مسیح) سے بیان کئے ہیں۔ اور بقول علمائے اہل کتاب حضرت سلیمن کی کتاب غزل الغزلات کی تصنیف رحبعام کے عہد سے

قبل ۴۱۱ سنہ قبل مسیح میں ہوئی۔ کیا عجب ہے کہ ان بربادیوں کے واقعات کا عدد جو ہمنے سات یا آٹھ بیان کیا ہے وہ حقیقتاً اس سے بھی زاید ہو۔

اس سلسلہ میں جو اہم بات قابل غور ہے یہ ہے کہ استثناء باب ۷ آیہ ۲ و ۳ کی رو سے بنی اسرائیل کو غیر اقوام کے لوگوں اور اجنبی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا ناجائز ہے ایسی صورت میں یہ کیونکر ممکن ہے کہ خدا نے خود ہی تو بنی اسرائیل کو اجنبی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی ممانعت فرمائی اور خود ہی فرعون کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے میں حضرت سلیمان کو عاشقانہ غزلوں کا الہام فرمایا۔

بعض عیسائی کہتے ہیں کہ اس کتاب میں استعارہ کے طور پر مسیح اور کلیسا کی محبت باہمی کا بیان ہے مگر غزل الغزلات میں اس کا کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا۔ ساری کتاب حسن و عشق کے مضامین سے پُر ہے جن میں مجازی کا پہلو غالب ہے اور اول سے آخر تک خدا کا کہیں ذکر تک نہیں آیا۔ ہم چاہتے تھے کہ اس مقدس الہامی کتاب کے چند اقتباسات یہاں درج کرتے تاکہ ناظرین خود ہی فیصلہ کر لیتے اور انہیں اطمینان ہو جاتا کہ ان مضامین کو مسیح اور کلیسا کے عشق باہمی سے بہت بُعد ہے لیکن یہ کتاب اس درجہ مقدس واقع ہوئی ہے کہ اس کے دو چار فقرے بھی یہاں درج کر دئے جائیں تو یہ مضمون ہمارے ملک کی شریف خاتونوں اور ہمارے بھولے اور معصوم لڑکوں کے پڑھنے کے قابل نہ رہے۔ اس لئے جو حضرات ان الہامی برکات سے متمتع ہونا چاہتے ہیں وہ کتاب غزل الغزلات ہی کی سیر فرمائیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ حضرت سلیمن علیہ السلام کی شان بہت ارفع ہے اس سے کہ یہ کتاب اُن منسوب کی جاوے۔

آستر: آستر کی کتاب جو کہ الہامی نوشتوں میں شامل ہے عجیب قسم کی الہامی کتاب ہے جس میں نہ کہیں خدا کا نام آیا ہے نہ کسی نبی کا ذکر ہے نہ پند ہیں نہ نصائح بلکہ ایران کے ایک بُت پرست بادشاہ کی عیاشی، مے نوشی اور حرامکاری کے واقعات اس میں درج ہیں۔ بادشاہ عیش و عشرت کا ایک جشن مقرر کرتا ہے اُس کے سب اُمرا اور عہدہ دار اُس میں شریک ہوتے ہیں شراب کا دور چلتا ہے۔ بادشاہ شراب کی مستی میں

حکم دیتا ہے کہ ملکہ جو کہ نہایت حسین عورت ہے زیب وزینت سے آراستہ ہو کر اُس محفل جشن میں حاضر ہو تا کہ سب درباری اُس کے حسن وجمال کو دیکھیں اور اس شمع حسن کے پروانہ بنیں۔ مگر ملکہ اس حکم کی تعمیل سے انکار کرتی ہے۔ بادشاہ اس حکم عدولی پر غضب آلود ہوتا ہے۔ اور ملکہ کو معزول کر دیتا ہے۔ اس کے بعد بادشاہ کا دل بہلانے اور اُس کی تفریح کے لئے سلطنت کے ہر کونے اور ہر صوبے اور ہر شہر سے سینکڑوں کی تعداد میں نوجوان خوبصورت اور باکرہ لڑکیاں چھانٹ چھانٹ کر لائی جاتی ہیں اور خواجہ سرا کے سپرد کی جاتی ہیں جو زیب وزینت سے ان لڑکیوں کو آراستہ کرتا ہے۔ پھر وہ لڑکیاں باری باری سے شام کو بادشاہ کے محل میں داخل ہوتی ہیں اور صبح کے وقت وہاں سے رخصت ہوتی ہیں اور دوبارہ ان کے محل میں داخل ہونے کی نوبت نہیں آتی تاوقتیکہ کسی خاص لڑکی کو خاص طور پر بادشاہ دوبارہ طلب نہ کرے۔ اسی سلسلہ میں ایک یہودی کی لڑکی بھی محل شاہی میں داخل ہوتی ہے جو اپنے غیر معمولی حسن وجمال اور اپنی دلکش اداؤں سے بادشاہ کو اپنا غلام بنا لیتی ہے۔ اور بالآخر وہاں کی ملکہ بنجاتی ہے۔ اس یہودی ملکہ کے بادشاہ پر تسلط پالینے کی بدولت یہودیوں کی قوم جو اُس ملک میں ذلیل تھی باعزت ہوگئی، غلام تھی آقا بنگئی، مظلوم تھی ظالم ہوگئی، محکوم تھی حاکم ہوگئی۔ اس "نوشتہ الہامی" میں اسرائیلی مبلغین کے لیے شاید کوئی تعلیمی نکتہ مخفی ہو تو ہو، مگر متبعین مذہب کی تعلیم واصلاح کے لئے ایک بھی بات نہیں پائی جاتی۔ اس کتاب کے مطالعہ کے وقت الف لیلہ کے قصوں اور بائیبل میں امتیاز اٹھ جاتا ہے۔ بکثرت عیسائی متقدمین کو بھی اس کتاب کی صحت میں شبہ تھا چنانچہ کے۔ ہیرلڈ اپنی کتاب کے جلد ۲ صفحہ ۴۳ پر لکھتے ہیں کہ۔ "سینٹ ملیٹو نے کتب واجب التسلیم کی فہرست میں اس کا نام درج نہیں کیا"۔ یوسی بیس اپنی تاریخ کلیسا میں لکھتے ہیں کہ "سینٹ گریگری نازین زین نے اپنے اشعار میں صحیح کتابوں کے نام درج کئے ہیں مگر ان میں اس کتاب کا نام نہیں لائے"۔ پادری ڈینس سنگھ اور پادری واٹس اپنی کتاب سوال وجواب میں سوال نمبر ۱۳ کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:۔ اس کتاب

کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں خدا کا نام مذکور نہیں۔"

کتب بقیہ | عہد عتیق کی بقیہ کتب مروجہ کا بھی کم وبیش ایسا ہی حال ہے۔ نہ ان کے مصنفین کا کسی کو یقینی طور پر علم ہے، نہ ان کے ماخذ کی بابت کچھ صحیح طور پر کہا جا سکتا ہے، نہ ان کے متعلق علمائے اہل کتاب بالتحقیق کہہ سکتے ہیں کہ ان میں اصلی حصہ کس قدر ہے اور الحاقی حصہ کس قدر، اور ان میں سے جو عبارات غائب کردی گئی ہیں وہ کیا کیا ہیں۔ بعض کتابوں کے غیر معتبر ہونے کا اقرار کرنے پر تو عیسائی علماء بھی مجبور ہوگئے ہیں، مثلاً نحمیاہ یسعیاہ ذکریاہ روت حبقوق وغیرہم۔ یہ اُن کتابوں کے علاوہ ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ پادری فانڈر صاحب اپنی کتاب "اختتام دینی مباحثہ" کے صفحہ ۳۶ پر لکھتے ہیں کہ:- "توریت کے سب صحیفے (جو انتالیس ہیں) نبیوں کے وسیلہ سے لکھے گئے حضرت موسیٰ کے ایام تخمیناً پندرہ سو برس قبل مسیح سے حضرت ملاکی نبی تک کہ چار سو برس قبل مسیح میں تھے مگر بعض صحیفوں کی بابت معلوم نہیں کہ کس نبی کے ہاتھ سے لکھے گئے ہیں مثلاً ایوب روت سلاطین وغیرہ کے حق میں یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ کس نبی نے ان کو لکھا ہے اور بعض کتب میں اور نبیوں کی بات بھی داخل ہے مثلاً زبور میں اتنی زبوریں جو حضرت داؤد سے نہیں ہیں اور ایسے ہی حضرت موسیٰ کی کتاب کی آخری فصل جس میں موسیٰ کی وفات کی خبر ہے کسی اور نبی سے اس کتاب میں الحاق کی گئی۔" پھر اسی صفحہ پر آگے چلکر پادری فانڈر صاحب لکھتے ہیں کہ:- "نبیوں کے سب گذارشات اور نام اور کلام اور ان کا سب لکھا ہوا بھی توریت میں داخل نہیں ہوا ہے۔"

کذب و افترا | ان کتابوں میں اللہ تعالیٰ پر بھی نعوذ باللہ بہت کچھ کذب اور بہتان لگایا گیا ہے۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں۔ نقل کفر کفر نباشد۔ پیدائش باب ۶ آیہ ۶ میں ہے:-

"خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت دلگیر ہوا۔ اور خداوند نے کہا کہ میں انسان کو جسے میں نے پیدا کیا روئے زمین پر سے مٹا دونگا انسان کو اور

چرندوں کو بھی اور کیڑے مکوڑے اور آسمان کے پرندے تک کیونکہ میں ان کے بنانے

سے پچھتاتا ہوں"

یہاں اللہ تعالیٰ کو بھی معاذ اللہ ایک انسان سمجھ لیا گیا ہے جو بے سوچے سمجھے ایک کام کر بیٹھتا ہے

اور بعد میں پچھتاتا ہے۔ حزقی ایل باب ۲۰ آیہ ۲۵ میں ہے:۔

"میں نے انہیں وہ سنتیں دیں جو بھلی نہ تھیں (یعنی بری تھیں) اور وہ قوانین دیے جن سے

وہ جیتے نہ رہیں"

معلوم ہوا کہ ان کا خدا اس دنیا میں ایسے احکام بھی نافذ کرتا ہے جن کی تعمیل موجب ہلاکت ہو۔

پیدائش باب ۱۸ آیہ ۲۱ میں ہے:۔

"میں اب اتر کے دیکھونگا کہ انہوں نے سراسر اس چلانے کے مطابق جو مجھ تک پہنچا ہے کیا ہے

یا نہیں اور اگر نہیں تو میں دریافت کرونگا"

یعنی ان کا خدا عالم الغیب نہیں۔ یسعیاہ باب ۳ آیہ ۱۷ میں ہے:۔

"خداوند صیحون کی بیٹیوں کی چندیوں کو گنجی کر ڈالے گا اور خداوند ان کی اندام نہانی

کو برہنہ کرے گا"

سبحان اللہ! ان لوگوں کا تخیل خدا کے متعلق کس قدر غیر متمدنانہ اور حیا پرور واقع ہوا ہے۔ صرف

اتنے ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ کتاب ہوسیع کے باب ۱ آیہ ۲ کو بھی ذرا ملاحظہ فرمائیے:۔

"خداوند نے ہوسیع کو (جو کہ ایک پیغمبر تھے) فرمایا کہ جا اور ایک زناکار عورت اور

زنا کے لڑکے اپنے لئے لے"۔

یعنی ایک زانیہ عورت سے زنا کر کے ولد الحرام لڑکے اپنے لئے پیدا کر۔ چنانچہ اس کتاب کا بیان

ہے کہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ اسی باب میں اس حکم خداوندی کے بعد آیہ ۳ میں ہے:۔

"پس اس نے (یعنی ہوسیع نے) جاکر دبلیم کی بیٹی جومر کو لیا ۔ وہ حاملہ ہوئی اور بیٹا جنی"

پھر اسی کتاب کے باب ۳ آیہ ۱ و ۲ میں انہیں پیغمبر صاحب سے یہ الفاظ منسوب کئے گئے ہیں کہ:۔

"خداوند نے مجھے فرمایا کہ پھر جا اور ایک عورت سے جو اس کے دوست کی پیاری ہے مگر زانیہ ہے محبت کر ۔ ۔ ۔ سو میں نے اس کو پندرہ چاندی کے سکوں اور ڈیڑھ خومر جَو میں اپنے لئے مول لیا"

نکاح میں لانے کا کوئی ذکر نہیں آیا ۔ جس قوم نے اپنے خدا کے ساتھ اس قسم کی بیہودگیاں اور گستاخیاں کی ہیں اس کے ہاتھ سے انبیاء علیہم السلام کیونکر محفوظ رہ سکتے ہیں ۔ چنانچہ ہوسیع نبی پر زنا کی تہمت کے علاوہ سلیمان علیہ السلام کی غزل الغزلات اور اپنی بت پرست بیویوں کے اثر سے بڑھاپے میں ان کے بت پرست بن جانے کا جو اتہام آپ کی قوم نے آپ پر لگایا اس کا حال تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں ۔ مگر توہین انبیاء کے چند اور نمونے بھی ذرا ملاحظہ ہوں ۔

۱۔ لوط علیہ السلام پر اتہام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے شراب پی اور نشہ کی حالت میں اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ زنا کیا اور وہ دونوں بیٹیاں اس زنا سے حاملہ ہوئیں ۔ اس کی تفصیل کتاب پیدائش باب ۱۹ آیہ ۳۰ سے آخر باب تک درج ہے ۔ بڑی بیٹی کے جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نام موآب رکھا گیا ۔ اسی موآب کی نسل سے داؤد علیہ السلام کا پیدا ہونا بھی تسلیم کیا گیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ۔ حالانکہ کتاب استثنا ر باب ۲۳ آیہ ۱ تا ۳ میں یہ بھی درج ہے کہ کوئی حرامی بچہ خداوند کی جماعت میں داخل نہیں ہو سکتا اور اس کی اولاد دسویں پشت تک خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہوگی ۔

۲۔ یہوداہ اپنے بڑے بیٹے عیر کیلئے ایک عورت جس کا نام تمر تھا بیاہ لایا ۔ چند روز بعد عیر مرگیا ۔ یہوداہ نے اپنے دوسرے بیٹے اونان کو حکم دیا کہ:۔ اپنے بھائی کی جورو کے پاس جا اور اپنی بھاوج کا حق ادا کر اور اپنے بھائی کے لئے نسل چلا ۔ کچھ دن بعد اونان بھی مرگیا ۔ اس کے بعد ایک ایسا موقعہ آتا ہے جب یہوداہ

خود اپنی بہو سے زنا کرتا ہے اور اُس زنا سے توام لڑکے پیدا ہوئے جن میں سے ایک کا نام پھارس اور دوسرے کا ضارہ رکھا گیا ۔ اس افسانہ کی تفصیل کتاب پیدائش باب ۳۸ میں درج ہے ۔ تماشہ کی بات یہ ہے کہ یہ وہی پھارس ہیں جو داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے اجداد میں شمار کئے گئے ہیں

۳ ۔ داؤد علیہ السلام پر یہ اتہام کہ انہوں نے اوریاہ کی بیوی کے ساتھ نعوذ باللہ زنا کیا سموئیل دوم کے باب ۱۱ میں بتفصیل درج ہے ۔ جو صاحب اس طرح تولد ہوئے اُن کا نام بھی مسیح علیہ السلام کے اجداد کی فہرست میں داخل کیا جاتا ہے ۔

۴ ۔ ابراہیم علیہ السلام پر جھوٹ بولنے کی تہمت پیدائش باب ۱۲ آیہ ۱۹ میں درج ہے ۔

۵ ۔ اسحٰق علیہ السلام پر جھوٹ بولنے کی تہمت پیدائش باب ۲۶ آیہ ۹ میں موجود ہے ۔

۶ ۔ یعقوب علیہ السلام کا جھوٹ بولکر بڑے بھائی کی برکت خود لے لینا پیدائش باب ۲۷ میں مذکور ہے ۔

۷ ۔ سمرون کے چار سو نبیوں کا نعوذ باللہ خدا کے ایما اور خدا کی بھیجی ہوئی ایک روح کے ورغلانے سے جھوٹ بولنے کی عجیب وغریب کہانی تواریخ دوم باب ۱۸ میں بیان کی گئی ہے ۔

۷ ۔ حضرت نحمیاہ کا فارس کے بُت پرست بادشاہ کی شراب پلانے کی نوکری کرنا اور اسے شراب پلانا اور اس نبی کا اُس بادشاہ سے (یعنی غیر اللہ سے) ڈرنا کتاب نحمیاہ باب ۱ آیہ ۱۱ اور باب ۲ آیہ ۱ اور آیہ ۲ میں لکھا ہوا ہے ۔

۸ ۔ اسحٰق علیہ السلام کا اپنے بیٹے یعقوب علیہ السلام کے ہاتھ سے شراب پینا اور اس کے بعد اپنے بیٹے کو دعائے برکت دینا بھی کتاب پیدائش باب ۲۷ آیہ ۲۵ میں مندرج ہے ۔

۹ ۔ کتاب پیدائش کے باب ۲۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسحٰق علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے بیٹے تھے اور اسحٰق علیہ السلام ہی ذبیح اللہ تھے ۔ گو یہ اسمٰعیل علیہ السلام پر ظلم ہے ۔ تعجب تو یہ ہے کہ اسحٰق علیہ السلام کے

اکلوتے بیٹے ہونے کی تردید اسی کتاب پیدائش سے ہوتی ہے جس کے ابواب ۱۵-۱۶-اور ۱۷ کے مطالعہ سے نہایت صراحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام (۸۶) برس کی عمر تک بے اولاد رہے۔ انہیں اولاد کی تمنا ہوئی تو حضرت ہاجرہ کے شکم سے اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے جو ایک عرصہ تک اپنے باپ کے اکلوتے بیٹے رہے جب ابراہیم علیہ السلام (۱۰۰) برس کے ہوئے تو فضل الٰہی سے آپ کے دوسرے فرزند یعنے اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس سے کتاب پیدائش کے باب ۲۲ کا الحاقی ہونا ظاہر ہے۔ اور اگر یہ باب الحاقی نہیں تو ابواب ۱۵-۱۶-اور ۱۷ کو الحاقی ماننا پڑیگا۔

۱۰- محرفین توریت نے بہت بڑا غضب یہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کو کتاب خروج کے باب ۳۲ میں بانیٔ گوسالہ پرستی بناکر خدا پرستوں کے زمرہ سے خارج کردیا۔ مگر اسی کتاب کے اسی باب کی آیات ۳۳ و ۳۵ و ۲۸ سے اس اتہام کی صاف تردید ہوجاتی ہے۔ آیہ ۳۳ میں ہے کہ خدا نے موسیٰ سے کہا کہ جس نے میرا گناہ کیا ہے میں اُسی کو اپنے دفتر سے میٹ دونگا۔ اور آیہ ۳۵ میں ہے کہ خدا نے اُس بچھڑے کے بنائے جانے کے سبب لوگوں پر مری یعنی وبا بھیجی۔ اور آیہ ۲۸ میں ہے کہ اُس دن گوسالہ پرستی کی سزا میں تین ہزار آدمی مارے گئے۔ مگر ہارون علیہ السلام ان تین سزاوں میں سے کسی ایک سزا کے بھی متوجب نہ ٹھیرے نہ وہ قتل کئے گئے۔ نہ مری یعنی وبا نے انھیں ستایا۔ نہ خدا کے دفتر سے ان کا نام کاٹا گیا بلکہ متعدد موقعوں پر انہیں برگزیدہ اور مقدس کہا گیا اور انہیں کی نسل میں کاہن کا عہدہ مقرر رہا۔

شاعرانہ مبالغے قطع نظر ان جملہ امور کے جو اب تک اس سلسلۂ مضامین میں بیان ہو چکے ہیں اگر صرف زبان اور انداز بیان اور عبارت کے وقار اور اُس کی متانت کو دیکھا جائے تو مروجہ کتب عہد عتیق نہ کلام الٰہی معلوم ہوتی ہیں نہ انبیاء علیہم السلام کے الہامی نوشتے۔ کہیں شاعرانہ مبالغے ہیں کہیں رکیک الفاظ کہیں حیا سوز کلمات۔ جن کی مثالوں کے پیش کرنے کے لئے نہ یہاں موقع ہے نہ گنجایش۔ یہ رکاکت اور بعید از صدق مبالغے عادت انسانی ہی سے متعلق ہیں نہ کہ الہام ربانی سے۔

ناقابل ہدایت عہد عتیق کی کتابوں پر اپنے اس تبصرہ کو ہم ایک عیسائی محقق کے کلام پر ختم کرتے ہیں۔ پادری بیدلی صاحب ایک رومن کیتھولک محقق ہیں جنہوں نے پراٹسٹنٹ فرقہ کے عیسائیوں کو مخاطب کر کے ایک کتاب لکھی ہے جس کا ترجمہ ٹامس انگلس صاحب نے اردو میں کر کے اس کا نام مرآت الصدق رکھا ہے۔ اس کے صفحہ ۱۶۹ پر کتب عہد عتیق و جدید کے ناقابل اعتبار ہونے پر زور دیا گیا ہے اور بالآخر لکھا ہے کہ:

"اب میں کسی پراٹسٹنٹ سے پوچھتا ہوں کہ بھلا کیا وہ اپنی نجات کی وجہی صرف ایک ایسی کتاب کے بھروسہ پر رکھ سکتا ہے جسے وہ کلام الٰہی ثابت نہیں کر سکتا ایک کتاب جسے وہ سمجھ نہیں سکتا ایک کتاب جسے جُہلا و ضعفاء (یعنی ضعیف اعتقاد والے) اپنی ہلاکت کے لئے پڑھتے ہیں ایک کتاب جس کے اکثر حصے کھوئے گئے ہیں ایک کتاب جو بعض غلطیوں سے بھری گئی اور ناقص کی گئی ہے اور جس میں نجات پانے کی سب ضروری چیزیں نہیں ہیں۔ ایسی کتاب کیا ایمان کا قاعدہ کل و متکفل نجات ہو سکتی ہے؟"

اب ہم اس سلسلہ مضامین کے آیندہ نمبر میں عہد جدید کی کتب مقدسہ پر تنقیدی نظر ڈالیں گے۔

(باقی)

منظر الکرام

تالیف

سید منظر علی اشہر

حیدرآباد دکن کے زندہ اکابر و مشاہیر کا تذکرہ ہے۔ جدید حیدرآباد کی اعلیٰ شخصیتوں کے متعلق اس سے بہتر ذخیرۂ معلومات اب تک مرتب نہیں ہوا سررشتہ تعلیمات سرکار عالی نے اس کو حوالہ کی عمدہ کتاب قرار دیکر دفاتر و مدارس تحت کو اس کے خریدنے کی ہدایت کی ہے۔ قیمت چھ روپے

مؤلف سے نظام والنیئرز کلب خیرت آباد کے پتے پر طلب کیجئے